تحریر: الشیخ عبدالعزیز تمیمی
ترجمہ: مولانا سیف الرحمٰن الفلاح صاحب

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے بعد ان کا پرچم کون اٹھائیگا؟

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ شہید کی شہادت کے بعد ملک کے صحافیوں کے قلم ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر جنبش کرنے لگے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ملک کے صحافیوں نے جس قدر علامہ مرحوم کی شخصیت پر لکھا بیرونی ممالک کے صحافیوں نے اس سے کئی گنا زیادہ لکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی ممالک ان سے خوب متعارف تھے ان کی جتنی تصنیفات ہیں ان میں سے زیادہ تر عربی میں ہیں۔ آج ان کی شہادت کے سانحہ کو تقریباً ۹ ماہ ہو چکے ہیں لوگوں کی زبانوں پر ان کا ذکر جاری ہے اور صحافیوں کے قلم وقتاً فوقتاً ان کو موضوع سخن بناتے ہیں۔ ادھر عوام اور خواص علامہ کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور احتجاجی جلوس نکال رہے ہیں اور جلسے کر رہے ہیں۔ علامہ مرحوم کے سانحہ ارتحال سے بیشتر متعدد نامور اور جید علماء موت کا وقت آنے پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے نام اور کام سے ابھی تک لوگ واقف نہیں۔

اس کے برعکس علامہ رحمہ کا نام قیامت تک لوگوں کی زبانوں پر رہے گا۔ ان کے مخالف اور موافق سبھی ان کو خوب پہچانتے تھے۔ مخالفین بھی ان کی خطابت کا لوہا تسلیم کر چکے تھے اور ان کے سامنے آنے سے گریز کرتے تھے۔

عربی ممالک کے صحافیوں نے ابھی تک علامہ رحمہ کی ذات کو موضوع سخن بنایا ہوا ہے۔ چنانچہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز تمیمی مدرس کلیۃ العلوم کا درج ذیل مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ان کا یہ مضمون ایک عربی اخبار میں شائع ہوا تھا جس کا اردو میں مفہوم پیش خدمت ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے یہ سرخی جمائی ہے کہ "احسان الٰہیؒ کے بعد ان کے پرچم کو کون اٹھائے گا؟"

آخر میں کہتا ہے کہ کسی قوم یا فرد کے افکار اور نظریات اس وقت تک زندہ نہیں رہتے جب تک اپنے افکار اور خیالات کے پودے کی اپنے خون سے آبیاری نہ کرے۔

وہ لکھتے ہیں: شیخ احسان الٰہی ظہیرؒ جمعیت اہلحدیث کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں مینار پاکستان کے قریب (قلعہ لچھمن سنگھ کے چوک میں) عوام سے خطاب کر رہے تھے کہ اچانک بم کا دھماکہ ہوا یہ بم کسی مردود اور لعین نے

گلدستہ میں چھپا کر ان کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا۔ بم پھٹنے سے زہر یلا مادہ ان کے جسم میں پیوست ہو گیا اور وہ خون میں لت پت ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ان کے علاوہ کافی افراد زخمی ہوئے۔ کچھ زخموں کی تاب نہ لا کر وہیں جام شہادت نوش کر گئے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ آٹھ افراد شہادت پا گئے اور کافی زخمی ہسپتال میں پڑے ہیں احسان الٰہی ظہیر بھی زخمیوں میں تھے۔ لیکن ان کے زخم نہایت خطرناک تھے۔

ان حالات کو معلوم کر کے سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ نے سپیشل طیارہ پاکستان بھیجنے کا انتظام کرایا تاکہ ان کو ریاض کے فوجی ہسپتال میں داخل کرایا جائے۔ لیکن موت ان کو اپنے آہنی پنجہ میں لے چکی تھی۔ کوئی تدبیر اور علاج معالجہ سود مند نہ ہوا۔ چنانچہ سوموار کی صبح کو مرحوم نے اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کر دی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جس میں سعودی علماء کے علاوہ عوام نے بڑے جوش و خروش سے شرکت کی۔ پھر ان کی نعش کو بذریعہ طیارہ مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا۔ سماحۃ الشیخ ابن باز چاہتے تھے کہ مرحوم کی نعش واپس پاکستان بھیجی جائے لیکن ان کے والد کی خواہش پر مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ پندرہ سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ ان کی عربی کتب کے اردو، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔

ان کی خطابت کا لوہا مخالفین بھی تسلیم کر چکے تھے۔ میدان مناظرہ کے شاہسوار تھے۔ دو علماء سے زیادہ متاثر تھے ان میں سے ایک حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رح جنھوں نے مرزائیوں کے خلاف ۳۲ کتب لکھیں اور اسلام سے منحرف اور گمراہ فرقوں کے سامنے چٹان کی طرح جم گئے۔

دوسرے استاد محب الدین خطیب خطوط العریضہ کے مصنف جنھوں نے اپنے مخالفین کی تردید ان کی کتب سے کی۔ ان کی کتب بے حد مقبول ہوئیں۔ لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ انہیں خریدا۔ ان کی کتب کی وجہ سے کچھ لوگ ان کے ذاتی دشمن بن گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ احسان الٰہی ظہیر تو گر پڑے ہیں کیا ان کا پرچم جو انھوں نے اٹھایا ہوا تھا وہ بھی گر جائے گا؟ مسلمانوں میں ایسا کون ہوگا جو ان کا پرچم اٹھائے گا۔

سید قطب نے کیا خوب فرمایا

اہل قلم بہت کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے افکار کو زندہ رکھنے کے لیے موت کو دعوت دیں۔ اپنے گوشت اور خون کے ذریعے اپنے افکار لوگوں تک پہنچائیں۔ لوگوں کو بتائیں کہ وہ جو نظریات اور خیالات رکھتے ہیں مبنی بر

باقی صفحہ ۱۳ پر